تذکرات

برصغیر پاک وہند میں برطانوی دَورِ حکومت سے پہلے، اس دَور کی ضرورت کے موافق مسلمانوں کی تعلیم کا بہت ہی اچھا انتظام تھا۔ ویسے تو ہر شہر اور گاؤں کی ہر مسجد میں مسلمان بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور ابتدائی تعلیم دی جاتی تھی، اسی طرح غیر مسلم بچے بھی اپنے اپنے چھوٹے مدارس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرلیتے تھے، مزید تعلیم کے لیے درس گاہیں ہوتی تھیں جن میں اس دَور کی ضرورت کے مطابق مختلف علوم پڑھائے جاتے تھے، ان درس گاہوں کی اعانت اُمراء، اَوقاف اور عام مسلمانوں کی امداد سے ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ علمی خاندان ایسے بھی تھے جو نسلاً بعد نسلٍ خاندانی روایات کے مطابق تعلیم دیا کرتے تھے۔ سندھ میں اس طرح کے خاندانی مدارس ٹھٹہ، مٹیاری، دربیلہ، ہالانی، پاٹ اور دوسرے کئی شہروں میں تھے۔ ٹھٹہ تو اس دور کا بڑا علمی مرکز تھا۔ حضرت مخدوم محمد ہاشم کی درسگاہ پورے عالمِ اسلام میں بڑی شہرت رکھتی تھی، جہاں نہ صرف وادیٔ سندھ کے بلکہ افغانستان، ایران، عراق اور عرب کے طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے تھے، مخدوم صاحب کے بعد ان کے صاحبزادے مخدوم عبداللطیف سندھی ان کی مسندِ تدریس پر بیٹھے، ان کے بعد ان کی جگہ مخدوم محمد ابراہیم نے لے لی جو مخدوم عبداللطیف کے صاحبزادے اور مخدوم محمد ہاشم کے پوتے تھے۔ مٹیاری میں مخدوم محمد عثمان کا مشہور مدرسہ تھا، ان کی مسند پر ان کے صاحبزادے مخدوم عبدالکریم بیٹھے اور ان کے

ساتھ ان کے مخصوص تلمیذ مخدوم محمد ہالائیؒ بھی تھے جو درس دیتے تھے۔ اور یہ دونوں بزرگ اس دور میں علماء سندھ کے اُستاذ کہلاتے تھے اور ان کو مخدومین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ مدرسہ سندھ پر انگریزوں کے تسلط تک جاری رہا اور جب انگریز آئے تو مخدوم عبدالکریم نے ان کے خلاف تحریک چلائی پھر ان کو مدرسہ بند کر کے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کر کے جانا پڑا۔ اس دَور میں آج کی طرح دینی اور دنیوی تعلیم کے لیے الگ الگ درسگاہیں نہیں ہوتی تھیں، ایک ہی نظامِ تعلیم تھا جو ان دونوں کی ضرورتوں پر مشتمل تھا۔

سندھ میں انگریزوں کے تسلط کے بعد یہ صورت بدل گئی۔ حکومت کی طرف سے نئے اسکول اور کالج کھلے کیونکہ اسلامی درسگاہوں کا وجود ان کی نظروں میں کھٹکنے لگا کیونکہ ان سے انھیں بغاوت کی بُو آتی تھی، اور اپنی سامراجی حکمتِ عملی سے ایسا نظامِ تعلیم مرتب کیا، جس کی بدولت ان مدارس سے ایسے اکثر تعلیم یافتہ لوگ پیدا ہوتے تھے جو نئے سامراجی حکمرانوں کا نظامِ حکومت چلائیں اور ان کی حکومت اور تسلط کے لئے کارندوں کا کام دیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی دینی درسگاہیں کم ہوتی رہیں، کیوں کہ رؤساء اور امراء کا توجہ نئے مدارس کی طرف منعطف ہونے لگا اور لطف یہ کہ ان نئے مدارس میں دینی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہ ہوتا تھا، لیکن پھر بھی ہمارے دینی علماء کا امت پر بڑا احسان ہے کہ ان نامساعد حالات میں بھی ہمت نہ ہاری اور پرانے نظام کو چلانے کے لیے سندھ میں چھوٹے اور بڑے مدارس کا جال بچھانا شروع کر دیا ان میں شہداد کوٹ ضلع لاڑکانہ کے مدرسہ کو اولیت حاصل ہے۔ جہاں مولانا نور محمد صاحب نے ایک درس گاہ قائم کی جس کے جملہ مصارف خان بہادر پیر بخش خان کھاوڑ ادا کرتے تھے۔ اس ایک مدرسہ کی آگے چل کر کئی شاخیں قائم ہوئیں جو فیروز شاہ، پاٹ، حیدرآباد وغیرہ میں تھیں۔ پھر امروٹ اور پیر جھنڈہ میں مدارس قائم ہوئے۔ ذرا اندازہ فرمائیں کہ اگر یہ ہمارے علمائے کرام اس عمومی تعلیم کے میدان میں آگے

نہ بڑھتے تو آج ہمارے ہاں خواندگی کی نسبت کیا ہوتی ؟ بے شک یہ ان کا ایسا علمی کارنامہ ہے کہ اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

برطانوی سامراج کے تسلط ختم ہونے کے بعد پہلے کی صورت حال ختم ہوگئی، پاکستان میں ہماری اپنی حکومت قائم ہوئی۔ اور ہر حکومت پاکستان میں تعلیم کو عام کرنے کے لیے کوشش کرتی رہی اور دنیوی تعلیم کے ساتھ ہی دینی تعلیم کا انتظام بھی کیا جاتا رہا لیکن گزشتہ پچیس سال کے تعلیمی تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواندگی کی نسبت میں کوئی خاصہ اضافہ نہیں ہوا، کیونکہ تعلیم حاصل کرنے پر جو مصارف آتے ہیں وہ اتنے گراں تھے کہ ملک کے ایک خاص طبقہ اہل ثروت و دولت کے علاوہ باقی اکثریت جو عوام کہلاتی ہے ان کے لیے اس نئی تعلیم کے دروازے بند رہے۔ لیکن اب جمہوریت اور عوامی حکومت کی بدولت جو تعلیم عام ہو رہی ہے اور ہزاروں اسکول اور کالج قومی حکومت کی تحویل میں آگئے ہیں اس سے امید ہے کہ تین چار سال میں ناخواندگی کی نسبت کافی کم ہوجائے گی اور یہ نئے ملک کے لیے نہایت نیک فال ہے۔ جیسا کہ سندھ کے وزیر اعلیٰ جناب ممتاز علی بھٹو نے اعلان کیا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی کے تحت تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لینے کے دوسرے مرحلے میں یکم اکتوبر سے سندھ میں ایک ہزار چار سو دس کو سرکاری تحویل میں لے لیا جائے گا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ اس سال تعلیمی اداروں کو تحویل میں لینے پر ۸ کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے جو کل بجٹ کا ۳۵ فی صد حصہ ہوتا ہے۔ آٹھویں جماعت تک مفت تعلیم دی جائے گی۔ اس نئی تعلیمی پالیسی سے عوام کو اپنی اولاد کو تعلیم دلانے کے سلسلے میں بڑی آسانی ہوگی اور یہ عوامی حکومت کا بڑا قابل فخر کارنامہ ہے۔